عرب جمہوریہ مصر
وزارتِ اوقاف

7 محرم 1441ھ
6 ستمبر 2019ء

ہجرتِ مدینہ سے حاصل شدہ اسباق

رسولِ مکرم ﷺ کا مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت فرمانا ایک ایسا عظیم تاریخی واقعہ ہے جس نے انسانی تاریخ کا دھارا بدل کے رکھ دیا، آج ہمیں اس امر کی اشد ضرورت ہے کہ ہم اس ہجرت سے حاصل شدہ ان تمام معانی سے راہنمائی حاصل کریں جو معاشرے اور تہذیب وتمدن کی تعمیر وترقی میں اہم کردار ادا کرتے ہیں، ہجرتِ مدینہ حق وباطل کے درمیان ایک خطِ امتیاز اور انسانی عزت وناموس کی حفاظت، مذہبی آزادی، مساوات اور عدل وانصاف پر مبنی اصول وضوابط پر قائم کی جانے والی ایک متمدن ریاست کی طرف ایک مثبت قدم تھا، اس ہجرت نے پُرامن باہمی رہن سہن کے مفہوم کو پختہ کیا اور فرزندانِ وطن کے درمیان اجتماعی روابط قائم کرنے، انسانی بنیادوں پر مشترکہ رہن سہن اختیار کرنے اور مختلف انداز اور صورتوں میں معاشی ترقی کے لئے مل جل کر کام کرنے کی بنیاد رکھی، نبی کریم ﷺ نے متعدد اصول اور عناصر پر ریاست کی بنیاد رکھی، ان میں سے اہم اصول اور عناصر درج ذیل ہیں :

مسجد کی تعمیر : نبی کریم ﷺ جب مدینہ تشریف لائے تو آپ نے سب سے پہلے مسجد کی بنیاد رکھی، کیونکہ انسان کا اپنے خالق کے ساتھ تعلق ہی ہر چیز کے لئے پناہ گاہ ہے، صحیح دینداری ہی تخریب کاری اور توڑ پھوڑ کی بجائے تعمیر وترقی کرنے والی ایک کامل شخصیت تیار کرنے کا بنیادی عنصر ہے،

دین کے صحیح فہم سے انحراف اور اس کے غلط فہم کے مطابق ہی شخصیت سازی میں خلل واقع ہوتا ہے کیونکہ مسجد کا ایک علمی اور معاشرتی پیغام ہے جو معاشرے میں انسانی اقدار اور قطعی حقائق کو پختہ کرتا ہے اور معاشرے کی خدمت میں اہم کردار ادا کرتا ہے ۔

معیشت کی بنیاد : مضبوط معیشت ریاست کی ایک اہم بنیاد اور اس کا مرکزی ستون ہے جس پر ریاست قائم ہوتی ہے، ایک دائمی مضبوط معیشت ریاستوں کو اپنی قومی اور بین الاقوامی ذمہ داریوں کو پورا کرنے پر قادر بناتی ہے اور یہ اپنے شہریوں کے لئے باعزت زندگی کا باعث بنتی ہے، جب معیشت کمزور ہوتی ہے تو غربت اور بیماری عام ہو جاتی ہے، زندگی مضطرب ہو جاتی ہے، بحران گھیر لیتے ہیں، اخلاق تباہ ہو جاتے ہیں، جرائم کثرت سے واقع ہوتے ہیں، اور ریاست پر گھات لگائے ہوئے دشمنوں اور اس کو تباہ کرنے اور ایک ختم نہ ہونے والی لاقانونیت کی طرف دھکیلنے کے لئے سرگرم افراد کو موقع میسر آ جاتا ہے ۔

نبی کریم ﷺ کی خواہش تھی کہ ریاست مدینہ ایک ایسی مضبوط معیشت کی مالک ہو جو اسے اپنے افراد کی ضروریات کو پورا کرنے، اپنا دفاع کرنے اور کائنات کو آباد کرنے اور امن وسلامتی کے اس پیغام کو پورا کرنے پر قادر بنائے جو پیغام دینِ متین لے کر آیا ہے، نبی کریم ﷺ نے مدینہ میں ایک مرکزی بازار قائم کرنے کے لئے کوشش کی تاکہ وہ تجارت اور حلال کمائی کا ذریعہ، اور ہنر مندوں اور صنعتکاروں کے لئے ایک مرکز ہو، نبی کریم ﷺ کے قائم کردہ بازار کا نام "سوق المناخۃ" تھا، عطا بن یسار بیان کرتے ہیں کہ : " جب

نبی کریم ﷺ نے مدینہ میں بازار قائم کرنا چاہا تو آپ بنی قینقاع کے بازار میں تشریف لائے پھر آپ مدینہ کے بازار میں واپس تشریف لائے اور اپنا پاؤں وہاں مارتے ہوئے فرمایا : " یہ تمہارا بازار ہے، اس کو بند نہ کیا جائے "، کبارِ صحابہ نے مختلف تجارتی سرگرمیوں میں حصہ کیا اور اپنے انصار بھائیوں کی مالی معاونت پر زندگی بسر کرنے کو قبول نہ کیا، حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب وہ مدینہ آئے تو نبی کریم ﷺ نے عبدالرحمن بن عوف اور سعد بن ربیع رضی اللہ عنہما کے درمیان بھائی چارہ قائم کیا، سعد بن ربیع نے عبدالرحمن بن عوف سے کہا : میں انصار میں سے سب سے زیادہ مالدار ہوں، میں اپنے مال کو دو حصوں میں تقسیم کر دیتا ہوں، عبدالرحمن بن عوف نے کہا : اللہ تعالی آپ کے اہلِ خانہ اور مال میں برکت عطا فرمائے، تمہارا بازار کہا ں واقع ہے ؟ ۔ کیونکہ جو قومیں اپنی خوراک، اپنی غذا، اپنے لباس، اپنی دوا اور اپنے ہتھیار کی مالک نہیں ہوتیں وہ نہ تو اپنے ارادہ واختیار کی مالک ہوتی ہیں نہ ہی اپنی عزت وناموس کی مالک ہوتی ہیں، حکما نے کہا ہے : تو جس سے چاہے نیکی کر تو اس کا مالک بن جائے گا، اور جس سے چاہے مستغنی ہو جا تو اس کی مثل بن جائے گا اور جس کے آگے چاہے اپنی حاجت پیش کر تو اس کا غلام بن جائے گا، ہمارا دینِ متین نے ہمیں یہ تعلیم دی ہے کہ اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا : " اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہے "، اور دوسری حدیث میں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا : " دینے والا ہاتھ اوپر والا ہاتھ ہے اور لینے والا حصہ نیچے والا ہاتھ ہے "، بے شک یہ حدیث قوموں، اداروں، خاندانوں اور افراد سب پر صادق آتی ہے، ترقی کی منازل طے کرنے،

باعزت زندگی گزارنے کے ذرائع حاصل کرنے، افراد اور قوموں کی ترقی اور زندگی کے معاملات چلانے میں مال ودولت کی اہمیت سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا، امیر الشعراء احمد شوقی نے سچ کہا ہے کہ :

لوگ علم اور مال کے ذریعے اپنی بادشاہت قائم کرتے ہیں جہالت اور فقر پر کبھی کوئی بادشاہت قائم نہیں کی گئی ۔

نبی کریم ﷺ نے ان باہمی معاملات کے قواعد وضوابط مقرر کئے، اور لوگوں کو خرید وفروخت کرتے وقت نرمی، رواداری اور باہمی رضامندی کی ترغیب دی، آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا : " اللہ کریم اس شخص پر رحم کرے جو خرید وفروخت کرتے وقت اور اپنے حق کا مطالبہ کرتے وقت نرمی سے پیش آیا "، آپ نے سچ بولنے اور امانت داری کا حکم دیا، آپ کا فرمان ہے : " سچا اور امین تاجر نبیوں، صدیقوں اور شہدا کے ساتھ ہو گا "، آپ نے ذخیرہ اندوزی کو حرام قرار دیا، آپ کا فرمان ہے : " جس نے چالیس راتوں تک سامان خورد ونوش کو ذخیرہ کر کے رکھا تو وہ اللہ تعالی سے بری ہے اور اللہ تعالی اس سے بری ہے "، بلکہ آپ علیہ الصلاۃ والسلام بذاتِ خود بازار کا چکر لگاتے، خرید وفروخت کی نقل وحرکت کا معائنہ کرتے، اور لوگوں کی بہتر چیز کی طرف راہنمائی فرماتے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا کھانے کے ایک ڈھیر کے پاس سے گزر ہوا، آپ نے اپنا دستِ مبارک اس میں داخل کیا تو آپ کی انگلیاں گیلی ہو گئیں، آپ نے فرمایا : " اے تاجر ! یہ کیا ہے ؟ "، اس نے کہا : اے اللہ کے رسول، اس پر بارش کا پانی پڑا ہے، آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا : " تو نے اس حصے کو کھانے کے

اوپر کیوں نہیں رکھا تاکہ لوگ اس کو دیکھ سکیں "، پھر آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا : " جس نے ملاوٹ کی وہ ہم میں سے نہیں ہے " ۔

دستورِ مدینہ : نبی کریم ﷺ نے ہجرت مدینہ کے بعد ایک مضبوط ریاست کی بنیاد رکھی اور دستورِ مدینہ میں اس کے اصول وضوابط بیان کئے، آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے انصار ومہاجرین کے درمیان ہونے والے اختلافات وتنازعات کی وجہ سے صرف ان کے درمیان بھائی چارہ قائم کرنے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ آپ نے اس دستورِ مدینہ کو تیار کرتے ہوئے انسانیت کے مفہوم کو پیشِ نظر رکھا جو کہ انسانی تاریخ میں سب سے بڑا انسانی دستور شمار ہوتا ہے جس میں معاشرے کے تمام افراد کے حقوق وواجبات کو ذکر کیا گیا، اور ایک پہلو سے فرزندانِ وطن اور دوسرے پہلو سے انسانیت کے درمیان پُرامن باہمی رہن سہن کے اصول وضع کئے گئے جس نے اسے باہمی رہن سہن کے مفہوم کو سمجھنے کے لئے انسانیت کا سب سے بڑا دستور قرار دیا ہے، اس بات کی دلیل نبی کریم ﷺ کا یہود مدینہ وغیرہ کے ساتھ طے پانے والا وہ معاہدہ ہے جس نے امن وسلامتی، آزادی اور مشترکہ دفاع وغیرہ جیسے مسلمانوں کے تمام حقوق یہود کو عطا کئے، اس دستور کی اہم شقوں میں سے ایک یہ ہے کہ مسلمان جب تک حالتِ جنگ میں رہیں گے یہود ان کے ساتھ مل کر مصارف اٹھائیں گے، یہود بنی عوف، اور ان کے اپنے حلفاء اور موالی سب مل کر مسلمانوں کے ساتھ ایک جماعت متصور ہوں گے یہود اپنے دین پر ہوں گے اور مسلمان اپنے دین پر کاربند رہیں گے مگر جس نے ظلم یا عہد شکنی کا ارتکاب کیا تو وہ اپنے آپ اور اپنے گھر والوں کو مصیبت میں ڈالے گا ۔

یہ شق مذہبی آزادی، امن وسلامتی اور مدینہ پر حملہ آور ہونے کے خلاف مل کر دفاع کرنے کی ضامن ہے ۔

اس کا مطلب ہے کہ ایک متمدن اسلامی ریاست مسلم اور غیر مسلم سب کو اپنے دامن میں جگہ دیتی ہے، ان کے لئے وہی حقوق وواجبات ہوں گے جو ہمارے لئے ہیں بشرط کہ ان معاشرتی اصول وضوابط کی پابندی کی جائے جو سب کے حقوق وواجبات کی حفاظت کے ضامن ہیں اور ان میں سرِفہرست امن وامان کی فضا قائم ہونا، کسی پر ظلم وزیادتی نہ کرنا، اور دستور کی ان شقوں کی پامالی نہ کرنا ہے جو تمام لوگوں کے درمیان تعلقات کو منظم کرتا ہے ۔

تمام لوگوں کا پُرامن طریقے سے مل جل کر رہنا ایک دینی فریضہ اور معاشرتی ضرورت ہے جسے ان کے موجودہ حالات لازم قرار دیتے ہیں اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب تمام لوگ اس بات کا شعور رکھیں کہ وہ بغیر کسی دینی یا نسلی فرقہ واریت کے ایک وطن کے افراد ہیں اور ان کے ذمہ بھی وہی حقوق وواجبات ہیں ، ارشادِ خداوندی ہے : **{لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ}**، " دین کے بارے میں کوئی زبردستی نہیں، ہدایت گمراہی سے روشن ہو چکی ہے " ۔

نبی کریم اور آپ کے اصحاب نے اس اصول کو عملی طور پر نافذ کیا، نہ تو انہوں نے کسی فرد کو اس دین پر داخل ہونے پر مجبور کیا اور نہ ہی کسی کلیسا یا یہودی عبادت گاہ یا کسی بھی عبادت گاہ کو مسمار کیا، بلکہ مسلمانوں کے ہاں عبادت گاہیں محفوظ اور قابلِ احترام تھیں کیونکہ اسلام نے تمام انسانوں کو عقیدے کی آزادی کی ضمانت دی ہے، اس تنوع اور اختلاف کو نہ تو ماضی

میں کوئی تبدیل کر سکا ہے اور نہ ہی مستقبل میں کوئی تبدیل کر سکے گا، کیونکہ یہ مشیت خداوندی کے مخالف ہے، ارشادِ باری تعالی ہے : **{وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَآمَنَ مَنْ فِي الْأَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيعًا أَفَأَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتَّى يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ}**، " اور اگر آپ کا رب چاہتا تو تمام روئے زمین کے لوگ سب کےسب ایمان لے آتے، تو کیا آپ لوگوں پر زبردستی کر سکتے ہیں یہاں تک کہ وہ مومن ہی ہو جائیں " ۔

اعتقادات اور حقوق وواجبات کا احترام کرنا ریاست کی تعمیر وترقی کا بنیادی رکن ہے، اورمختلف قوموں اور معاشروں کے ساتھ تعلقات قائم کرنے میں اس کا اہم کردار ہے، ہر قوم کا ایک عقیدہ جسے وہ مقدس مانتی ہے اور اس کے کچھ اصول وضوابط ہیں جن کی وہ پابندی کرتی ہے اور وہ انہیں دوسروں کے عقائد اور اصول وضوابط سے اعلی وافضل شمار کرتی ہے، اسلام نے ہمیں دوسرے مذاہب کے لوگوں کے بارے ایسی بات کرنے سے منع کیا ہے جس سے انہیں تکلیف پہنچتی ہو یا ان کے اعتقاد پر حرف آتا ہو، کیونکہ تمام مذاہب انسان کی سعادت مندی کے لئے آئے ہیں، ارشادِ خداوندی ہے : **{ وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ كَذَلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ أُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ثُمَّ إِلَى رَبِّهِمْ مَرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ}**، " اور گالی مت دو ان کو جن کی یہ لوگ اللہ تعالی کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں کیونکہ پھر وہ براہِ جہل حد سے گزر کر اللہ تعالی کی شان میں گستاخی کریں گے ہم نے اسی طرح ہر طریقہ والوں کو ان کا عمل مرغوب بنا رکھا ہے ۔ پھر اپنے رب ہی کے پاس ان کو جانا ہے سو وہ ان کو بتلا دے گا جو کچھ بھی وہ کیا کرتے تھے " ۔

اسی طرح اسلام نے اپنے پیروکاروں کے قلوب واذہان میں غیر مسلموں کے ساتھ اچھے طریقے سے رہنے اور ان کے ساتھ نیکی کرنے کے اصول کو پختہ کیا ہے، دینی نصوص اس اصول کی تاکید کرتی ہیں اور مسلم معاشرے میں اس کی عملی تطبیق کی وضاحت کرتی ہیں، ارشادِ خداوندی ہے : **{لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ}**، " جن لوگوں نے تم سے دین کے بارے میں لڑائی نہیں لڑی اور تمہیں جلا وطن نہیں کیا ان کے ساتھ سلوک واحسان کرنے اور منصفانہ بھلے برتاؤ کرنے سے اللہ تعالی تمہیں نہیں روکتا، بلکہ اللہ تعالی انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے " ۔

اسلام نے اپنے پیروکاروں کو غیر مسلموں کے ساتھ حسنِ سلوک کرنے اور پڑوس یا بحث ومباحثہ کے وقت ان کے جذبات واحساسات کا لحاظ رکھنے کا حکم دیا ہے، اور انہیں اس بات کی ترغیب دی ہے کہ بحث ومباحثہ عمدہ طریقے سے ہونا چاہیے، ارشادِ خداوندی ہے : **{وَلَا تُجَادِلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ إِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ وَقُولُوا آمَنَّا بِالَّذِي أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَأُنْزِلَ إِلَيْكُمْ وَإِلَهُنَا وَإِلَهُكُمْ وَاحِدٌ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ}**، " اور اہلِ کتاب کے ساتھ بحث ومباحثہ نہ کرو مگر اس طریقہ پر جو عمدہ ہو، مگر ان کے ساتھ جو ان میں ظالم ہیں اور صاف اعلان کر دو کہ ہمارا تو اس کتاب پر بھی ایمان ہے جو ہم پر اتاری گئی ہے اور اس پر بھی جو تم پر اتاری گئی، ہمارا تمہارا معبود ایک ہی ہے ۔ ہم سب اسی کے حکم بردار ہیں " ۔

اس سے واضح ہو گیا کہ دستورِ مدینہ انسانی عزت وناموس کی حفاظت کے لئے ایک قابل تقلید نمونہ ہے جو ریاست اور تہذیب وتمدن کی تعمیر وترقی اور انسانی مفادات کے حصول کی خاطر قومی اتحاد واتفاق قائم کرنے کے لئے کام کرتا ہے ۔

برادرانِ اسلام !

وطن کو بلند مقام ومرتبہ اور قدر ومنزلت حاصل ہے، اس کی محبت، اس سے نسبت اور اس کا دفاع کرنا انسانی فطرت میں شامل ہے، یہ ایک فرض ہے جس کو دینِ متین اور وطنیت بھی لازم قرار دیتی ہے اور تمام آسمانی شریعتیں بھی اس کی تاکید کرتی ہیں، نبی کریم ﷺ نے وطن کی محبت، اس سے نسبت اور تعلق کی سب سے عظیم مثال پیش کی ہے، ہجرت کے وقت آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنے پہلے وطن مکہ مکرمہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا : " اے شہرِ مکہ ! تو کتنا پاکیزہ ہے اور تو مجھے کتنا پیارا ہے ۔ اگر میری قوم نے مجھے یہاں سے نہ نکالا ہوتا تو میں ہرگز یہاں سے نہ نکلتا " ۔

اورجب نبی کریم ﷺ نے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی اور اس کو اپنا وطن بنایا تو آپ نے اللہ تعالی سے دعا کی کہ وہ اس دوسرے وطن کو ان کے لئے محبوب بنا دے اور اسے امن وسلامتی اور استحکام نصیب فرمائے، آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا : " اے اللہ ! مدینہ کو ہمارے لئے اس طرح محبوب بنا دے جس طرح ہمیں مکہ محبوب ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ " ۔

مذہب اور ریاست کے درمیان باہمی تکمیل کا تعلق قائم ہے نہ کے تضاد کا تعلق، وطنوں کی حفاظت کرنا ان بنیادی اور ضروری مقاصد میں سے ہے جن کی حفاظت کرنا ضروری ہے، دائمی امن وامان کے وجود کے بغیر معیشت کو کبھی بھی دوام نصیب نہیں ہو سکتا، وطن کی حفاظت کرنا اور اس کی خاطر قربانی دینا ہر اس شخص کے ذمہ قومی فریضہ اور شرعی فرض ہے جو آسمان تلے اس کی سرزمین پر زندگی بسر کر رہا ہے، وطن کی محبت صرف جذبات واحساسات تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ اسے ایک فرد اور معاشرے کے لئے نفع بخش عمل کی شکل دینا واجب ہے ، اس لئے اس کو مضبوط اور عزیز تر رکھنے کے لئے قربانی پیش کرنا ضروری ہے ۔

حقیقی قومیت صرف بلند کئے جانے والے نعرے یا الفاظ نہیں ہے بلکہ حقیقی قومیت ایمان، طرزِ عمل اور ایثار وقربانی کا نام ہے، قومیت ایک نظامِ حیات، اور وطن کی نبض اور اس کو درپیش چیلنجز کے احساس کا نام ہے، اس کے درد کو اپنا درد محسوس کرنے اور اس کی امیدوں کے پورا ہونے پر خوش ہونے اور اس کی خاطر قربانی دینے کے لئے ہمیشہ تیار رہنے کا نام ہے ۔

مبارک ہو ان لوگوں کو جنہوں نے اللہ سے کئے ہوئے اپنے عہد کو پورا کیا اور اپنے وطن کے دفاع اور اس کی سربلندی کے لئے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا۔

اے اللہ ! عالِمِ اسلامی کو ہر مصیبت سے محفوظ رکھ، اور ان سے شریروں کے شر اور حاقدین وحاسدین کے حقد وحسد کو دور فرما ۔ آمین